۷۸۶

ووٹ دینا

ایک مسئلہ بن گیا ہے

از قلم

ڈاکٹر محمد رفیق جاوید

ادارہ غوثیہ رضویہ مصری شاہ لاہور پاکستان

الیکشن کا دور دورہ ہے۔ ووٹ کی خاطر اُمیدوار حضرات کیڑے مکوڑوں کی طرح گلیوں اور سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہیں۔ جن کا منشور ہی دُوسرے اُمیدواروں کی خامیاں بیان کرنا ہے حالانکہ یہ حضرات اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر کبھی بھی نہیں دیکھتے۔ اگر اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے گریبان میں جھانکنے کی توفیق عطا فرمادے تو اُمید ہے کہ حالات دُرست ہو جائیں گے اور صورتِ حال نکھر کر سامنے آجائے گی۔ ایسے ہی حالات کے پیشِ نظر ہمیں اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مسلمان بھائیو:۔ ہمارا ہرگز یہ مطلب و مقصد نہیں کہ ہم آپ لوگوں سے کسی ایک اُمیدوار کے حق میں ووٹ مانگیں یا کسی پارٹی کو کامیاب بنانے کی اپیل کریں۔ بلکہ ہمارا مقصد تو صرف اور صرف یہ ہے کہ اپنے علم کے مطابق اور اپنے ذاتی تجربے و مشاہدے کے پیشِ نظر چند ایک جماعتوں کی صحیح اور ٹھیک شکلیں اُن جماعتوں کے معتبر لوگوں کی تحریروں کے آئینے میں پیش کریں۔

لہٰذا اب ہم ایسی جماعتوں کی تحریریں اور تصویریں پیش کرتے ہیں۔ جو ایک طرف تو مذہبی ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتی ہیں اور دُوسری طرف سیاست میں بھی قدم رنجہ فرماتی ہیں۔

جماعتِ اسلامی (مودُودیت) اپنی تحریروں کے آئینے میں

پوری دُنیا اسلام کی رُوح سے ناواقف بقول مودُودی صاحب

(۱) اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لیکر مغرب تک تمام مُسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں۔ خواہ وہ اَن پڑھ عوام ہوں یا دستار بند عُلماء، یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات، ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں۔ مگر اسلام کی حقیقت اور اُس کی رُوح سے ناواقف ہونے میں یہ سب یکساں ہیں۔" (تفہیمات جلد اول ص۳۸ بعنوان اسلام ایک علمی اور عقلی مذہب)

حضرات گرامی :۔ مودُودی صاحب کی مندرجہ بالا تحریر کی رُو سے تمام مسلمان خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ سب کے سب اِسلام کی حقیقت اور رُوح سے ناواقف ہیں۔ اگر مزید وضاحت کی ضرورت ہو تو مودُودی صاحب کا مندرجہ ذیل بیان پڑھیئے۔

قائدِ اعظم اور اس کے تمام ساتھی مُسلمانی کے معنیٰ نہیں جانتے

(۲) افسوس کہ لیگ (مُسلم لیگ) کے قائدِ اعظم سے لیکر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو یہ لوگ مُسلمانی کے معنیٰ اور مفہوم اور اُس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص۳۷ بعنوان شکایات)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ مسٹر مودُودی اپنے ہم عصر تمام لوگوں کو اپنے نام نہاد اسلامی نقطۂ نظر سے مکمل طور پر جاہل سمجھتا ہے۔ اب ذرا تھوڑی سی نظر پیچھے کو دوڑائیں کہ سلف صالحین بھی مودُودی صاحب کے اسلامی پیمانے پر پُورے اُترتے ہیں یا نہیں۔ لہٰذا اس بارے میں مودُودی صاحب زہر افشانی کرتے ہیں۔

رسُولِ خُدا کے سوا سب پر تنقید جائز

(۳) رسُولِ خُدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مُبتلا نہ ہو، ہر ایک کو خُدا کے بنائے ہوئے اُسی معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے، اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجے میں ہو اُس کو اُسی درجے میں رکھے۔"

(مُسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص۲۷ بعنوان دستور جماعت اسلامی دفعہ ۶)

مودُودی صاحب کی اس تحریر سے تو یہ ظاہر ہوا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے علاوہ ہر ایک پر تنقید کر سکتے ہیں اور انھوں نے کی بھی ہے۔ باقی رہا مسئلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو یہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔ کیونکہ مودُودی صاحب نے تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں جی بھر کر تخریب کی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو پوزیشن پھر ثانوی درجہ پر ہے۔

اگرچہ ہم ایسے بہت سے حوالے نقل کر سکتے ہیں جن میں عظمتِ مُصطفےٰ اور تقدیسِ الٰہی کا دامن بھی مسٹر مودُودی کے مُنہ زور قلم کی زد سے نہیں بچ سکا مگر بخوفِ طوالت اِسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہاں اگر ضرورت محسُوس کی گئی تو ایسی تحریریں بھی منظرِ عام پر لائی جائیں گی۔

مودُودی مخالفِ پاکستان

تحریکِ پاکستان کے دوران مسلمانوں کی قربانیاں قابلِ داد ہیں۔ مگر ان ہی دنوں انگریز اور ہندو کا ایجنٹ مودُودی جو کام کر رہا تھا۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل تحریر سے قارئین کرام خود لگائیں۔

انگریز اور ہندو سے صُلح مگر مُسلمان سے لڑائی

(۴) " نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی جھگڑا ہے نہ انگریزوں سے وطنیت کی بُنیاد پر ہماری لڑائی، نہ وہ حکومت ہمارے کام کی ہے جو انگریز کی حاکمیت کی بجائے جمہور کی حاکمیت پر مبنی ہو، نہ اُن ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مُسلمان خدا بنے بیٹھے ہیں نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے نہ اکثریت کی بُنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے۔"

(مُسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص۹۰ بعنوان اصلی مُسلمانوں کیلئے ایک ہی راہ عمل) ۱۱۸/۱۳۴۔

مودُودی قاتلِ جمہوریت

" جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دُودھ بلو کر مکھّن نکالا جاتا ہے۔ اگر دُودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھّن نکلے گا قدرتی بات ہے

کردہ دُودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔ اسی طرح سوسائٹی اگر بگڑی ہوئی ہو تو اس کے ووٹوں سے وہی لوگ منتخب ہو کر برسرِ اقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشات نفس سے سندِ قبولیت حاصل کر سکیں گے۔ پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر ۔۔۔۔۔ یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومتِ الٰہی قائم ہو جائے گی، اُن کا گمان غلط ہے دراصل اس کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہوگا۔ وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی ۔۔۔۔۔۔

جب صورت معاملہ یہ ہے تو کیا وہ شخص نادان نہیں ہے جو اسلامی انقلاب کا نسب العین سامنے رکھ کر ایسی جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کرے جو کافرانہ حکومت سے بڑھ چڑھ کر اس کے مقصد کی راہ میں حائل ہوگی"۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص۱۰۸/۱۰۷ العنوان اسلام کی راہ راست اور اس سے انحراف کی راہیں) ۳۵-۱۳۴ / ۲۲/۲۳

حضرات گرامی :۔ اب مودودی صاحب کی جماعت (بقول مودودی نادانوں) سے یہ پوچھا جائے کہ جو لوگ آپ کے اسلامی پیمانہ پر پورے نہیں اُترتے اور بقول آپکے وہ جاہل ہیں، ان لوگوں سے جو حکومت بنے گی وہ مُسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی تو جناب آپ لوگ خاک کے لیے دن رات برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرا ٹرا کر مسلمانوں کا سکون چھین رہے ہیں لہٰذا آپ بھاڑ میں جائیں آپ لوگ تو پاکستان کے ابتدائی مخالفوں سے ہیں آپ کو تو پاکستان میں حکومت بناتے ہوئے یا پاکستانی اسمبلی کی رُکنیت کے لیے ووٹ مانگتے ہوئے شرم آنی چاہیئے، مگر بے شرموں کو شرم کہاں سے آئے اگر اس نام کی کوئی چیز اِن لوگوں کے پاس ہوتی تو یہ لوگ بمعہ اپنے بانی کے پاکستان میں آنے کا رُخ بھی نہ کرتے۔ طوالت کے خوف سے اِسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر ضرورت محسُوس کی گئی تو اِن لوگوں کا تعارف تفصیلاً کرایا جائے گا تاکہ عوام پر ہر چیز واضح ہو جائے۔

جمعیت علمائے اسلام اپنی تحریروں کے آئینے میں۔

جمعیت علمائے اسلام دیوبندیوں کی سیاسی تنظیم ہے جس کو پہلے مفتی محمُود چلا رہے تھے اب اُن کا لڑکا مسٹر فضل الرحمٰن سنبھالے ہوئے ہے۔ پاکستان بننے سے قبل یہ لوگ کانگرسی علماء کے نام سے مشہور تھے اور پاکستان کے زبردست مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ انگریز اور ہندو کے بہت وفادار تھے، ہم نہیں کہتے بلکہ اِن لوگوں کی تحریریں اور تقریریں اس بات پر شاہد ہیں لہٰذا پڑھیئے اور فیصلہ کیجئے۔

دیوبندیوں کے امیرِ شریعت عطاؑ اللہ شاہ بخاری امروہہ میں اپنی تقریر کے دوران فرماتے ہیں۔

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سُور ہیں اور سُور کھانے والے ہیں"۔

چمنستان ص۱۶۵ (از ظفر علیخان ایڈیٹر زمیندار مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء)

اس دیوبندی سپوت نے لپسُور احرار کانفرنس ۱۹۴۶ء میں فرمایا۔

"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے"۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص۸۹۴ بحوالہ ایک اہم تاریخی دستاویز)

ایسی ہی وجوہات کی بنا پر مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کے ہم خیال علماء اور مشائخ نے فاضل بریلوی مرحوم کے دیئے ہوئے دو قومی نظریئے کو بنیاد بنا کر بنارس میں ایک کانفرنس منعقد کرائی جو بعد میں "بنارس سُنی کانفرنس" کے نام سے مشہور ہوئی، اس کانفرنس کے مرکزی کرداروں میں امیرِ ملت سید جماعت علیشاہ صاحب محدث علی پوری، علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب مُراد آبادی، شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد مولانا شاہ احمد نُورانی) مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفٰے رضا خاں صاحب بریلوی، صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب اعظمی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات شاہ صاحب کے نام قابلِ ذکر ہیں، اس کانفرنس میں مذکورہ بالا حضرات نے یہ بیان جاری کیا کہ

اگر قائدِ اعظم پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہو گئے تو ہم لوگ اس مطالبے کو آگے لے کر چلیں گے اور پاکستان حاصل کر کے دم لیں گے۔

بہرحال جب علمائے کرام، مشائخ عظام، اہلسنت عوام اور دُوسرے تمام مُسلمان سیاسی لیڈران کی محنت رنگ لائی اور پاکستان معرضِ وجُود میں آگیا تو ان لوگوں کو جو پاکستان کی مخالفت کرتے تھے اور قیامِ پاکستان کے راستے میں ہر ممکن رکاوٹ ڈالتے تھے۔ بہت پشیمانی ہوئی اور اِن لوگوں کی مخالفت نے ایک نیا رُخ اختیار کیا جو مندرجہ ذیل بیانات سے واضح ہے۔

لاہور میں عطاء اللہ شاہ بخاری دوران تقریر گویا ہُوئے۔

پاکستان ایک بازاری عورت | "پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبُوراً قبول کیا ہے"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص۲۷۴ بحوالہ ایک اہم تاریخی دستاویز)

حضرات گرامی :۔ دیوبند کے بانی سے لیکر چھوٹے چھوٹے چیلوں تک اکثر انگریز اور ہندو کے خیر خواہ تھے، اِسی لیے قیامِ پاکستان میں بھی روکاوٹیں ڈالتے تھے بلکہ یہ کہنا بھی بعید از حقیقت نہیں کہ اِن لوگوں نے ابھی تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا اِسی لیے تو حسین احمد مدنی دیوبندی کا لڑکا اسعد مدنی دیوبندی ۱۹۸۴ء میں لاہور آیا۔ اور جامعہ مدینہ کریم پارک میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"پاکستان بنانے والے بھارتی مسلمانوں کی آخری رسومات ادا کر گئے لیکن وہ آج بھی زندہ ہیں۔۔۔ مسلمانوں نے چھوٹے سے حصّے کے لیے پورے ہندوستان سے دست برداری اختیار کر لی۔۔۔۔۔۔

مُسلمانوں کو ڈرایا گیا کہ انہیں ہندو کھا جائیں گے لیکن اُنکو کسی نے ہضم نہیں کیا، مسلمان ہندوستان میں باعزت زندگی گزار رہے ہیں، بھارت میں مسلمان انتہائی طاقتور ہیں۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۸۴ء)

اس تقریر پر تقریباً ملک کے ہر اخبار نے تبصرہ کیا اور اس کی تردید کی مگر افسوس کہ کسی دیوبندی نے شاید ہی کچھ کہا ہو، بلکہ نواب زادہ نصر اللہ خاں آف پاکستان جمہوری پارٹی بھی اس جلسہ میں موجود تھے انھوں نے

بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اور بھیگی بلی بن کر رہ گئے۔

اگر مزید واضح الفاظ میں پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کی مخالفت سُننی ہو تو مفتی محمود (والد فضل الرحمن[1]) اور دست راست احمد علی[2] لاہوری) سابقہ صدر جمیعت علمائے اسلام کا مندرجہ ذیل بیان پڑھیئے

پاکستان بنانا گُناہ تھا

"اللہ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے"۔

حضراتِ گرامی:۔ آپ لوگ حیران ہوں گے کہ آخر یہ لوگ پاکستان کے اتنے مخالف ہونے کے باوجود پاکستان میں کیوں آئے؟ ذرا تھوڑا سا تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

بات دراصل یوں ہے کہ یہ لوگ شروع سے ہی انگریز اور ہندو کے ایجنٹ اور وظیفہ خوار رہے ہیں۔ اب چونکہ انگریز اور ہندو اسلام اور پاکستان کے دشمن تھے اور بلا واسطہ پاکستان کی سالمیت میں رخنہ اندازی کرنا انہیں کافی مشکل نظر آیا تو انہوں نے پاکستان میں جعفر از بنگال اور میر از دکن کی معنوی اولاد کو بھیج دیا اور ان لوگوں یعنی دیوبندیوں وہابیوں وغیرہ نے بھی جھٹ نعرہ ــــ تمہیں کام چاہیے ہمیں دام چاہیئے۔ مارا اور پاکستان کا سکون تباہ کرنے کیلیے آ ٹپکے۔ اب آپ ان لوگوں کی انگریز اور ہندو غلامی کی کہانی ان ہی کی تحریروں کی زبانی سُنیے اور فیصلہ کیجئے۔

مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار میرٹھ (ہندوستان کا شہر) میں کہنے لگے۔

" دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جُوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں۔ (چمنستان ص ۱۲۵)

حضرات گرامی مذکورہ بالا عبارت میں جینا سے قائد اعظم محمد علی جناح، شوکت سے مولانا شوکت علی اور ظفر سے مولانا ظفر علیخاں ایڈیٹر زمیندار مُراد ہیں۔ دیوبندیوں اور وہابیوں کے مشترکہ شہید یعنی اسماعیل دہلوی کہتے ہیں۔

" انگریزوں پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے ...... بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں" (حیات طیبہ ص ۴۲۴ مصنفہ حیرت دہلوی)

دیوبندی حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپکی حکومت ہو تو انگریز کیساتھ کیا سلوک کرو گے تو حضرت نے فرمایا " جب خُدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے مگر ساتھ ہی اسکے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لیے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے"۔ (الافازات یومیہ حصہ چہارم ص ۲۹۷)

جو آرام انگریز نے دیوبندیوں کو پہنچایا ہے اس کی کہانی مولوی شبیر احمد عثمانی کی زبانی سُنیے: "دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ہمارے آپکے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ...... اُن کو چھ سو روپے ماہوار حکومت (انگریز) کی جانب سے دیئے جاتے تھے"۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۹)

حضراتِ گرامی:۔ یہ تھی اس آرام کی حقیقت جو دیوبندی اُمت اور حکیم کو حکومت (انگریز) کی طرف سے ملتا تھا

[1]: یہ صاحب آجکل جمیعت علمائے اسلام کے سرکردہ لیڈروں میں سے ہے [2]۔ احمد علی لاہوری کا پوتا اجمل قادری بھی جمیعت علمائے اسلام کے قافلے کا ہی شہسوار ہے

اب لگے ہاتھوں مولوی حفظ الرحمٰن کی سُنیے اس نے تو دیوبندیت کی لُٹیا ہی ڈبودی اور کہا "گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ (انگریز) اُنکو کافی امداد اس مقصد کیلیے دے گی چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کیلیئے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کر دی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اسقدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں"۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۸)

اسی لیے تو انگریز لیفٹیننٹ گورنر کے خفیہ معتمد مسٹر پامر نے مدرسہ دیوبند کے متعلق کہا تھا "جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لیکر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے"۔ (احسن نانوتوی ص ۲۱۷)

حضرات محترم:۔ مندرجہ بالا حوالاجات سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ یہ لوگ انگریز کے وظیفہ خوار ہیں اور اسکو ہر ممکن طریقے سے فائدہ اور آرام پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب اس وظیفہ کو پاکستان میں کیسے وصُول کیا جاتا ہے اس کیلیئے مندرجہ ذیل حوالہ پڑھیں۔

"مفتی محمود کی جمیعت علماء کی جمیعت ہے اور علماء کے پاس سرمایہ کہاں وہ تو دُوسرے لوگوں کے چندوں پر گزارہ کرتے ہیں پھر آئندہ ہونیوالے الیکشن کیلیے دو سو جیپیں صرف مغربی پاکستان کیلیئے خریدنے کی صدر یحییٰ کو پرمٹ کی جو درخواست دی ہے اور مشرقی پاکستان کے لیے الگ خریدی جائیں گی۔ اتنی کثیر رقم کہاں سے آئی۔ عوام مفتی محمُود سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسعد مدنی کے دورہ پاکستان کے چند روز بعد اتنا سرمایہ کہاں سے آیا؟ معلُوم ہوتا ہے کہ اسعد مدنی کا حالیہ دورہ پاکستان درحقیقت پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ (روزنامہ ندائے ملت ۱۱۔ اپریل ۱۹۷۰ بحوالہ پاکستان اور کانگرسی علماء کا کردار ص ۴۶)

یہ اسعد مدنی وہی ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یہ مشہور کانگرسی مولوی حسین احمد مدنی کے فرزند اور ہر بھارتی حکومت کے بڑے معتمد علیہ ہیں بلکہ بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے ہیں۔ **حضرات گرامی**:۔ اب فیصلہ آپ لوگوں پر ہے کہ آپ ایسے مخالفین پاکستان کو ووٹ دیکر پاکستان کو اکھنڈ بھارت بنوانے کا ارادہ رکھتے ہیں یا کسی محبِ پاکستان کو ووٹ دیکر اپنے آپکو محبِ وطن اور محبِ اسلام ثابت کراتے ہیں۔ ہاں البتہ اہم جمیعت علمائے اسلام کے بڑے بڑے گرو گھنٹالوں سے لیکر چھوٹے چھوٹے نیچے جموروں تک سب سے یہ پُوچھتے ہیں کہ او مُلک و ملت کے دشمنوں تمہیں ووٹ مانگتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟ بہر حال یہ لوگ تو ہیں ہی بے شرم کم از کم حکومت کو ملک کی سالمیت اور امن و امان کا خیال رکھتے ہوئے ایسے لوگوں کی مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگانی چاہیئے۔

جمیعت علمائے پاکستان اور اس کا کردار

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلُوم ہو گا کہ جمیعت علمائے پاکستان اُن لوگوں کی جمیعت ہے جنہوں نے پاکستان کے حصُول کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں بنارس سُنی کانفرنس کے ضمن میں آیا ہے۔ مگر افسوس کہ اب ان لوگوں کی قیادت نے بھی نیا رُخ اختیار کر لیا اور سوائے چند لوگوں کے اسمیں بھی ایسے لوگ شامل ہو گئے جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر تو ہر جگہ دیوانوں کی طرح پھرتے ہیں مگر جب مذہب و مسلک کے لیے اُن سے کہا جائے تو وہ نہ صرف انکاری ہو جائیں بلکہ مخاطب لوگوں کو اپنے مخصوص انداز میں شرمندہ کر دیں اب اسکا فیصلہ تو نورانی میاں ہی کریں کہ انہیں کیسے لوگوں کی ضرورت ہے؟ اور پھر مزے کی بات

تو یہ ہے کہ اب نورانی میاں بھی بودی تنقید میں پڑ گئے اور امیدواروں کی خرید و فروخت کی باتیں کرنے لگے ہیں تو عرض کرونگا کہ حضرت جب خرید و فروخت کی بات ہونے لگے تو اسمبلیاں تک خریدی جا سکتی ہیں آپ ابھی تک امیدواروں کے چکر میں پڑے ہیں۔ باقی اگر بُرا نہ مانیئے گا تو عرض کروں کہ اتحاد کے دنوں میں آپ بھی خریدے ہی گئے تھے تو اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی سیٹوں کی قربانی دیتے رہے۔ اب یہ بات علیحدہ ہے کہ پیمانہ خرید مختلف ہوگا۔ ضروری نہیں کہ ہر آدمی کو پیسوں سے خریدا جائے۔ لہٰذا میں عرض کرونگا کہ حضرت آپ جیسے لوگوں کی زبان سے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں اسلیئے خدارا ان باتوں سے اجتناب فرمائیں تو بہتر ہے بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ کے مصداق کچھ علمائے توان دنوں ایک اشتہار دیواروں کی زینت بنایا ہوا ہے جس کا عنوان ہے:۔

"شمالی لاہور کے علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ" اگرچہ ان علمائے کرام کا نام اشتہار میں نہیں ہے مگر میں پھر بھی ان حضرات سے یہ بات پوچھنے کی گستاخی کرونگا کہ حضرات آپ لوگوں کے فیصلے کو تو آپ کے مقتدی ہی نہیں مانتے تو پھر آپ لوگوں نے اشتہار چھاپ کر جماعت کے فنڈ کو کیوں ضائع کر دیا کیا اس کا حساب آپ لوگوں سے نہیں لیا جائیگا۔ اگر وقت نے تقاضا کیا تو ضرور بضرور لیا جائیگا۔

(مختلف پارٹیاں اور اُن کا کردار)

اگرچہ اس الیکشن میں پارٹیاں ٹڈی دل کی طرح وارد ہوئیں مگر اُن میں سے دو پارٹیاں اپنی نوعیت کی انوکھی اور نرالی بولی بول رہی ہیں اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ دونوں کے سربراہ بقول اُن کے ورثاء کے شہید ہیں قطع نظر اس بات سے کہ ان دونوں شہیدوں یعنی اُستاد شاگرد کا دورِ حکومت کیسا تھا (یہ سب لوگوں کو معلوم ہے لہٰذا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں) دونوں کی شہادت کا بھرم پاکستانی عدالتوں (اللہ تعالیٰ ان کو قائم رکھے) نے ایسا کھولا کہ ایک شہید کے وارث وقت کے حاکم ہونیکے باوجود فوراً دستبردار ہوتے معلوم ہو رہے ہیں اور دوسرے شہید کی وارث محترمہ آجکل پیری مریدی کے خلاف زہر اگل رہی ہے مگر اس کو یہ بات کرتے تھوڑی سی حیا سے کام لینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ پیری مریدی کی عقیدت تو اس کے باپ کے دل میں بھی تھی۔ اسلیئے اُسے نقلی اور اصلی پیروں میں فرق واضح کرنے کے بعد بات کرنی چاہیئے تھی بہرحال ہم شہیدوں اور پیروں کی دُنیا سے نکل کر اب حالات کا جائزہ لیں کہ جب ایک پیپلز پارٹی تھی اور ایک ہی اتحاد تو فوراً ضیاء الحق وارد ہوئے جس کا تماشا لوگوں کو ابھی بھولا نہیں۔ اب تو خدا ہی خیر کرے کہ پیپلز پارٹیاں تو دو ہو ہی گئیں تھیں اتحاد بھی دو ہو گئے اور بعد میں شاید ضیاء بھی دو ہی آجائیں تو کوئی بعید نہیں۔

لہٰذا ہم مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ووٹ جیسی مقدس امانت کو استعمال کرنے سے قبل سوچیں اور محبِ وطن لوگوں کو ووٹ دیں۔ اور ایسے آدمی کو ووٹ دیں جس نے آپ کے علاقے میں کچھ کام کیا ہو اور آپ کے علاقے کو ترقی دی ہو اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر کوئی جماعت محبِ وطنوں کی ہے تو اس نے جس آدمی کو ٹکٹ دیا ہو وہ بھی ویسا ہی ہو اس لیے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کو پیشِ نظر رکھیں۔ نہ کہ کسی جماعت کو خوش کرنے کے لیے ووٹ کاسٹ کریں۔

ختم شُد